حسّان بن ثابت اور اُن کی شاعری

از

(جناب چوہدری غلام احمد صاحب ایم۔اے لکچرار اسلامیہ کالج لائل پور)

(۲)

اسلام اور شعر و شاعری ظہورِ اسلام کے بعد عربی شاعری نے نئے بال و پر کھولے۔ دورِ جاہلیت جہالت و عصبیت کا مظہر اور ان کی شاعری جذباتِ جنگ و جدال کی آئینہ دار تھی۔ افرادِ خاندان کی کثرت اور نسلی نجابت پر اترانا ان کی شاعری کا محبوب ترین موضوع تھا۔ جب اسلام نے جملہ اقوامِ عالم کو اسلامی اخوت میں جکڑ دیا اور پرانے بغض و عناد مبدل بالفت و مودّت ہوئے، قومی فخر و مباہات کو پاؤں تلے روند گیا تو عربی شاعری بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی یہی وجہ ہے کہ قرآن نے شعراء کے بارہ میں "والشعراء یتبعھم الغاوٗن" کا فتویٰ دیا اور حدیث میں ارشاد ہوا لان یمتلی جوف احدکم قیحا خیر له من ان یمتلی شعراً۔

اللہ تعالیٰ نے رسولِ مقبولؐ کی شان میں فرمایا ما علّمناہ الشّعر وما ینبغی لہ۔

اگرچہ اسلام نے مطلقاً شعر کی کبھی مذمت نہیں کی بلکہ شعر کی خوبی و برائی اس کے مضمون کی حیثیت سے قرار دی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں مرفوعاً حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے قال رسول اللہ صلعم الشعر بمنزلة الکلام حسنه کحسن الکلام وقبیحه کقبیح الکلام۔ یعنی شعر بمنزلہ کلام کے ہے اچھا شعر اچھے کلام کے مانند اور بُرا شعر بُرے کلام کی طرح ہے۔

دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا "انّ من الشعر لحکمة وان من البیان لسحراً"۔ یعنی خطابت اصل میں حکمت و موعظت ہے لیکن کبھی کبھی حدودِ شعر میں داخل ہو جاتی ہے اور سحر بن جاتی ہے اور کبھی کوئی شعر حدودِ خطابت میں آ جاتا ہے اور سحر سے حکمت بن جاتا ہے۔

اگر اسلام کی حمایت و مدافعت شعر کے ذریعہ سے کی جائے تو یہ معیوب نہیں۔ ایسے اشعار

آپ اکثر سنا کرتے اور شاعر کی حاجت روائی فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک عورت نے جس کے باپ نضر نامی کو آپ نے قتل کروا دیا تھا خدمت مبارک میں حاضر ہوکر چند اشعار پڑھے تو آپ نے فرمایا اگر یہ اشعار میں پہلے سنتا تو اسے ہرگز قتل نہ کرواتا۔ کعب بن زہیر کا خون آپ نے ہدر فرما دیا تھا لیکن جب انھوں نے حاضرِ خدمت ہوکر اپنا مشہور قصیدہ بانت سُعاد عرض کیا تو نہ صرف ان کا گناہ معاف کیا بلکہ چادرِ مبارک بھی عطا فرمائی۔

جب عبداللہ بن زبعریٰ۔ عمرو بن العاص اور ابوسفیان نے مسلمانوں کی ہجو کہنا شروع کی تو آپ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کیا جن لوگوں نے اسلام کی مدد اسلحہ سے کی ہے وہ زبان سے اُس کی مدافعت نہیں کر سکتے۔ اس پر حضرت حسان نے اپنی خدمات پیش کیں۔ اور قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ مسجد نبوی میں ان کے لئے منبر بچھایا جاتا تھا رسولِ مقبول فرمایا کرتے تھے کہ تمھاری ہجو ان کے لئے تیر سے زیادہ کارگر ہے۔

شعبی سے مروی ہے کہ حسان بن ثابت نے جناب رسالت مآب کے پاس حاضر ہوکر عرض کی کہ ابوسفیان نے آپ کی ہجو کی ہے اور نوفل بن حارث اور دیگر کفار قریش نے اس کی مدد کی ہے اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں ان سب کی ہجو کہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم میرے اور ان کے درمیان فرق کیسے کروگے کیوں کہ ہم خاندانی لحاظ سے ایک ہیں۔ حسان نے کہا کہ میں آپ کو ان سے اس طرح جدا کروں گا جس طرح بال آٹے سے نکال لیتے ہیں۔ آپ نے انھیں ہجو کہنے کی اجازت دی۔

ایک دفعہ آپ نے نزولِ باراں کے لئے دعا مانگی۔ جب بارش نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو اس وقت خوش ہوتے۔ پھر آپ نے فرمایا کوئی ان کے اشعار سنائے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ شاید آپ کی مراد ابوطالب کے ان اشعار سے ہے اور پھر اشعار پڑھنے شروع کئے۔

وَابیضَ یُستَسقی الغمامُ بوجھہ — ثِمالُ الیتامیٰ عصمۃٌ للارامل

یلوذُ بہ الھُلّاکُ من آلِ ھاشم — فھم عندہٗ فی نعمۃٍ و فواضل

یہ قصیدہ ابوطالب کا ہے جس میں سَو سے زیادہ اشعار ہیں اور جناب رسولِ مقبول کی تعریف سے

پڑھے -

ان آثار و دلائل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ جناب رسولِ مقبول ؐ نے بذاتِ خود کوئی شعر موزوں نہیں کیا - تاہم آپ عمدہ اشعار کو پسند فرماتے - اگر کوئی شعر پسند آجاتا تو شاعر کو دعائے نیک دیتے - چنانچہ نابغہ جعدی کو آپ نے دعا دی تھی - لا فض اللہ فاک - تیرے منہ کو شکستگی لاحق نہ ہو -

یہ سب کچھ اس وہم کے ازالہ کے لئے عرض کیا گیا کہ شاید اسلام مطلقاً شعر کو نہیں چاہتا اور شاعری اسلام کی نگاہ میں کوئی وزن نہیں رکھتی - میں یہ کہہ رہا تھا کہ آغازِ اسلام میں شاعری کی مقبولیت و محبوبیت تدریجی طور پر کم ہوتی گئی اور خطابت اس کا مقام حاصل کرتی گئی - کیوں کہ اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے خطابت شاعری سے کہیں زیادہ مفید ہے -

ان ہی احوال و ظروف کا تقاضا تھا کہ حضرت لبید نے جو اصحاب معلقات میں سے ہیں اسلام لانے کے بعد شاعری یک قلم چھوڑ دی - ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ان کے اسلام کے بعد کا کلام سننا چاہا تو حضرت لبید نے سورۂ بقر لکھ بھیجی اور لکھا اَبدَ لنی اللہ بذا فی الاسلام مکان الشعر - قرآن کی حد سے بڑھی ہوئی فصاحت و بلاغت اور معجزانہ اسلوب بیان نے کفار کو اس حد تک مبہوت کیا کہ کوئی آپ کو شاعر کہتا کوئی ساحر و کاہن بتاتا کہیں سے مجنوں کا لقب ملتا - لیکن جب توفیقِ ربانی سے یہ بات ان کے ذہن نشین ہو گئی کہ فی الواقع یہ کسی انسان کا کلام نہیں نہ وہ شعرِ شاعر ہے اور نہ سجعِ کاہن - دنیا کا بلیغ ترین انسان اس کے مانند ایک چھوٹی سی سورت بھی نہیں بنا سکتا تو وہ مسلمان ہوتے گئے - اب بجائے شعر و شاعری کے قرآن کی حفظ و تلاوت اور اس کے معانی و مطالب پر غور و فکر کرنے میں اپنا سارا وقت صرف کرنے لگے - البتہ شعر و شاعری کی اہمیت فہم قرآن و حدیث کے لئے ہمیشہ باقی رہی اور اس لئے شعر گوئی کے بجائے شعر فہمی اور ادب و عربیت کی طرف زیادہ توجہ دی گئی - حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے -

اذا اعیاکم تفسیر آیۃ من کتاب اللہ	جب تمھیں کسی آیت کی تفسیر میں دقت پیش آئے تو اس کا
فاطلبوہ فی الشعر فانہ دیوان العرب	مطلب شعر سے حل کرو کیوں کہ شعر عرب کا دیوان ہے -

حضرت عمرؓ اشعارِ جاہلیت کے حفظ کرانے کے لئے اکثر رغبت دلایا کرتے تھے آپ فرماتے۔

اُرْوُوا من الشعر أعفّهُ
عمدہ شعر پڑھا کرو۔

آپ نے تمام اضلاع میں یہ حکم بھیجا تھا۔ علّموا اولادکم العوم والفروسیّۃ ورَوّوهم ما سار من المَثَل وحسُنَ من الشعر۔ اپنی اولاد کو تیرنا اور شہسواری سکھاؤ۔ اور ضرب الامثال اور عمدہ شعر یاد کراؤ۔

لیکن یہ سب دلچسپیاں مذکورہ بالا غرض کے لئے تھیں اور اگر کوئی شاعر جادۂ اعتدال سے ذرا بھی منحرف ہوتا تو اسے سزا دیتے۔ تشبیب میں شریف عورتوں کا نام علانیہ لانا معیوب خیال نہیں کیا جاتا تھا آپ نے اس رسم کو یک دم مٹا دیا اور اس کے لئے سخت سزا مقرر کی۔ ہجوگوئی کو جرم قرار دیا اور حطیئہ مشہور ہجوگو کو اس جرم میں قید کیا۔

اسی ماحول میں حضرت حسان آنکھ کھولتے ہیں اور عجب یہ ہے کہ حالات کی ناسازگاری کے برعکس ان کا سرچشمۂ شاعری خشک نہیں ہوتا۔ حالانکہ لبید جیسے شاعر اس پیشہ کو خیرباد کہہ چکے تھے۔ حسان کا یہ کمال ہی کیا کم ہے کہ وہ جاہلیت میں بھی شاعر تھے اور مشرف باسلام ہونے کے بعد بھی اپنے اس شغل کو جاری رکھا۔ اور اس پر طرّہ یہ کہ اپنی سابقہ روایات کے برقرار رکھنے میں کسی کی پرواہ نہ کی۔

ایک مرتبہ مسجد نبوی میں شعر پڑھنے لگے تو عمرؓ فاروق نے ٹوکا برملا کہا کہ میں تو اس وقت بھی شعر پڑھا کرتا تھا جب کہ آپ سے بہتر (نبی اکرم صلعم) مسجد میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔

یہ درست ہے کہ حسان کا اسلامی دور کا کلام جاہلیت کے تکلّف و تصنّع سے پاک ہے لیکن اس سے معیار کا گرنا کیسے لازم آیا۔ غیر مانوس الاستعمال اور غریب الفاظ کی بھرمار اصمعی ایسے لغوی کے لئے تو دلچسپی کا باعث ہو سکتی ہے مگر عام ذہنوں کے لئے بار اور تکلیف مالا یطاق ہے۔ پس ان کا یہ الزام کہ حسان کی شاعری اسلامی دور میں جاہلیت کے معیار سے فروتر ہے کسی طرح قرینِ انصاف نہیں اور پھر یہ کہ شاعرانہ کذب بیانی اور مبالغہ آمیزی حسان کے نزدیک شعر کی عمدگی کا معیار نہیں بلکہ اس کی خوبی صداقت و سچائی میں ہے ۔

وللناس فیما یعشقون مذاھبُ۔

وہ نظامی کے ہم نوا نہیں جو اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

در شعر مپیچ و در فنِ او چوں اکذبِ اوست احسنِ او

بلکہ ان کا نقطہ نظر جداگانہ ہے اور ان کی شاعری کو اسی آنکھ سے دیکھنا چاہیئے۔ وہ فرماتے ہیں ؎

وانّما الشعر لب المرء یعرضہ علی البریّۃِ اِن کیساً وان حمقا

وانّ احسن بیتٍ انت قائلہ بیتٌ یقال اِذا انشدتہ صدقا

فرماتے ہیں شعر آدمی کی عقل کا نچوڑ ہے جسے وہ دنیا کے سامنے پیش کر کے اپنی دانش مندی یا کم عقلی کا ثبوت دیتا ہے۔ تمہارا بہترین شعر وہ ہے کہ جب تو پڑھے تو سننے والا پکار اٹھے کہ سچ کہا۔

علماء ادب کی نظر میں ان کے یہ اشعار عرب کی شاعری کا معیار ہیں۔ جس طرح فارسی شاعری علی العموم احسنِ اوست اکذبِ او کا مصداق ہے۔ اور حسان نے اپنے اس قائم کردہ معیار کا امکانی حد تک تتبع کیا ہے۔

مزید براں موقع اور محل کے اختلاف سے معیارِ بیان کا تبدیل ہونا ضروری ہے ہر جگہ ایک ہی انداز قائم نہیں رکھا جا سکتا۔ یہ ظاہر ہے کہ کوئی جاہلی شاعر حسان ہو یا کوئی اور پیغمبر صلعم کی مدح گوئی اور مرثیہ خوانی میں کوئی نادر اور اچھوتا اسلوبِ بیان اختیار نہیں کر سکتا۔ یہ مضمون آفرینی اور جدت دامتاخرین کا حصہ ہے۔ ذرا اعشیٰ کو دیکھیے جو جاہلی دور کا معروف شاعر تھا اور اپنی شاعری اور خوش الحانی کے باعث "صناجۃ العرب" کہلاتا تھا۔ اس کی نسبت کہا جاتا تھا کہ جس کی یہ تعریف کر دیا کرتا تھا معزز ہو جاتا تھا اور جس کی ہجو کہتا ہمیشہ کے لئے رسوا ہو جاتا۔ لوگ اس کی مدح کے آرزومند اور مذمت سے خائف رہتے۔

اس ضمن میں ایک واقعہ مشہور ہے۔ محلق نامی عرب میں ایک مفلس اور گمنام شخص تھا۔ اس کی آٹھ نوجوان لڑکیاں تھیں مگر اس کی فاقہ مستی کی وجہ سے کوئی شخص ان سے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اتفاق سے اعشیٰ اس طرف کہیں آنکلا۔ محلق کی بیوی کو اس کی خبر پہنچی تو اس نے اپنے

خاوند کو اس کی دعوت کے لئے کہا۔ محلّق اس زرّیں موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے تیار ہو گیا۔ غربت کے باوجود اس کے لئے ایک ناقہ ذبح کی اور شراب سے تواضع کی۔ اعشیٰ نے محلّق کی اولاد کا حال دریافت کیا۔ کہا آٹھ لڑکیاں جوان ہو گئیں اور بر نصیب نہیں ہوتا۔ اعشیٰ نے کہا اچھا ہم اس کی فکر کریں گے تم مطمئن رہو۔ جب سُوق عکاظ کا وقت آیا تو اعشیٰ نے مجمع عام میں ایک قصیدہ محلّق کی مدح میں پڑھا جس کا مطلع یہ ہے۔ ؎

لعمری لقد لاحت عیونٌ کثیرۃٌ　　الی ضوء نارٍ فی یفاعٍ تُحَرَّقُ

تُشَبُّ لمقرورین یصطلیانِها　　وباتَ علی النارِ النّدیٰ والمحلّقُ

قصیدہ ختم ہونے نہیں پایا تھا کہ محلّق کے اردگرد لوگ جمع ہو گئے۔ اور اس کی تعظیم و تکریم کرنے لگے۔ شرفائے عرب نے آکر لڑکیوں سے شادی کے پیغام دئے اور وہ جلد معزز خاندانوں میں بیاہی گئیں۔

عربی ادب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ اعشیٰ کا یہ قصیدہ فصاحت و بلاغت کے کس بلند ترین مقام پر واقع ہے۔

مگر یہی اعشیٰ جب رسول مقبول کی مدح میں قصیدہ کہتا ہے تو بایں ہمہ دعویٰ بلاغت نعتِ رسول کا حق ادا کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ اگرچہ ابو سفیان اس کا یہ قصیدہ کبھی منظرِ عام پر نہیں آنے دیتے بلکہ قریش کو کہتے ہیں۔ یاد رکھو اگر اعشیٰ محمد صلعم کے پاس پہنچ گیا اور اسلام لے آیا تو اپنے شعروں کے ذریعہ سے عرب میں آگ لگا دے گا۔ اس پر سب نے سو اونٹ جمع کر دئے جن کو ابو سفیان نے اعشیٰ کے پاس بھجوا دیا اور اس طرح اس قصیدہ کی اشاعت سے باز رکھا۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ کی مدح کرتے وقت اعشیٰ وہ بلند معیارِ بلاغت قائم نہ رکھ سکا جو محلّق کی ثنا خوانی میں اختیار کیا۔ ایسے نظر آتا ہے کہ اعشیٰ کی شاعری اس تمام جزالت و فخامت سے یکسر عاری ہو گئی جو اس کی شاعری کا خاصہ ہے۔ اور مدحِ رسول میں وہ ایک عام شاعر کے معیار سے آگے نہ بڑھ سکا۔ مگر ان دونوں قصائد کا فرق معلوم کرنے کے لئے عربی ادب کا ذوق سلیم چاہیے ایک سطحی النظر شخص اس گہرائی تک نہیں پہنچ سکتا۔ فرزدق شاعر گھوڑے پر سوار تھا تو اس نے لبید

کا یہ شعر سنا ؎

وجلا السیول عن الطلول کانّھا   زُبُرٌ تجِدّ متونھا اقلامھا

گھوڑے سے اتر کر سجدہ ادا کیا۔ لوگوں نے کہا یہ کیا حماقت ہے؟ بولا سجداتِ قرآن کو تم جانتے ہو۔ سجدۂ شعر کو میں پہچانتا ہوں۔ یہاں بھی ایسا ہی ذوق درکار ہے۔ تاکہ دونوں قصائد کا باہمی فرق واضح ہو۔ مطلع یہ ہے ؎

الم تغتمض عیناک لیلۃ ارمدا   وبتّ کما بات السلیم مُسھّدا

مندرجہ بالا واقعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ایک ہی شاعر کا کلام موقع اور محل کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک مثال اور سنئے۔ کعب بن زُہیر عربی کا مسلم شاعر ہے بلکہ بعض ادبار کے نزدیک اس کا پایہ اس کے والد زُہیر سے کسی طرح کم نہیں۔

نمونہ کلام ملاحظہ فرمائیے ؎

لو کنتُ اعجب من شیئ لاعجبنی   سعی الفتی وھو مخبوءٌ لہ القدر

یسعی الفتی لامورٍ لیس یدرکھا   فالنفس واحدۃ والھمّ مُنتشرٌ

والمرء ما عاش ممدودٌ لہ املٌ   لا تنتھی العین حتی ینتھی الاثر

جب یہی شاعر مدح رسول اللہ میں قصیدہ لکھتا ہے اور کس حال میں لکھتا ہے۔ جب اپنی سوء ادبی کی بنا پر اس کا خون ہدر کیا جاتا ہے اور اپنے گناہ کی معافی طلب کرنے کے لئے آتا ہے۔ مقام اس امر کا مقتضی تھا کہ انتہائی بلیغ الفاظ میں ثناخوانی کر کے آپ کی خوشنودی حاصل کرے گا۔ مگر چند اشعار کے سوا شاعر اس میں کوئی ندرت اور جدت پیدا نہیں کر سکا۔ جو اس کی مدح کو دیگر مادحین سے ممتاز کر دے۔ وہ کہتا ہے ؎

اُنبئتُ ان رسول اللہِ اوعدنی   والعفو عند رسول اللہ مامولٌ

مھلاً ھداک الذی اعطاک نافلۃَ   القرآن فیھا مواعیظٌ وتفصیلٌ

لا تاخذنّی باقوال الوشاۃ ولم   اذنب وقد کثرت فیّ الاقاویلٌ

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی اور جاہلی شعراء سے تشبیہاتِ نادرہ اور اچھوتے استعارات کی توقع رکھنا عربی ادب کے ساتھ بڑی زیادتی ہے۔ ایک اسلامی شاعر جس کے رگ و پے میں ایمان سرایت کر چکا ہو اور جو کذب و مبالغہ کو منافیِ ایمان سمجھتا ہو، پیغمبر صلعم کی ثنا خوانی میں ایسے غیر فطری مبالغہ اور دروغ بافی کے ارتکاب کو کبھی جائز نہیں سمجھتا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حسان بارگاہِ نبوی میں عقیدت کے پھول نذر کرتے وقت متاخرین ایسی جدت پیدا کریں اور لوازماتِ تہذیب و تمدن کے فقدان کے باوجود آپ کی مدح میں وہ اندازِ بیان اختیار کریں جو آیندہ زمانہ میں امام بُوصیری نے قصیدہ بردہ میں اور امیر الشعراء احمد شوقی نے اپنے مدحیہ قصیدہ میں اختیار کیا۔

ابوابِ شعر اور حضرت حسان | حضرت حسان نے جملہ اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے اور ہر صنفِ سخن میں ان کے اشہبِ قلم نے اپنی جولانی و روانی کے جوہر دکھائے ہیں۔ مدح و ہجا فخر و حماسہ مرثیہ و تشبیب غرض جملہ ابوابِ شعر میں حسان کسی جاہلی شاعر سے پیچھے نہیں۔ مگر دورِ اسلام میں ان کی شاعری مدحِ رسول ہجوِ کفار اور نبی کریم اور شہدائے صحابہ کی مرثیہ گوئی میں محدود نظر آتی ہے۔ یہ مختصر مقالہ اپنے دامن میں اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ ان اسالیبِ کلام پر تفصیلی تبصرہ کیا جائے اور ان سے مثالوں سے واضح کیا جائے۔ تاہم مالا یُدرک کلّہ لا یُترک کلّہ کے پیشِ نظر اسے بالکل نظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ذیل میں چند مختصر اشارات سنئے!

مرثیہ | رسول اللہ کی مرثیہ خوانی میں ان کے رقت آمیز اور درد بھرے الفاظ کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ قاری اپنے آنسو تھام نہیں سکتا۔ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت حمزہؓ جُنیبؓ اور شہدارِ بدر و احد کی یاد میں وہ آٹھ آٹھ آنسو بہاتے ہیں کہ پڑھنے والا جگر تھام لیتا ہے۔ رسول اللہ کے مرثیہ میں کہتے ہیں ؎

کنتَ السوادَ لِناظری ... فعَمِی علیکَ الناظرُ
من شاءَ بعدَکَ فلیمُتْ ... فعلیکَ کنتُ اُحاذِرُ

ہجوِ کفار | حضرت حسان کا اصل کارنامہ ان کا وہ ہجویہ کلام ہے جو شعرائے قریش کے جواب میں کہا گیا اور جس میں اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی طرف سے مدافعت کی گئی ہے اور جو ان کے دیوان کے بڑے حصہ

پر مشتمل ہے۔ عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن مالک انصاری نے بھی یہ خدمت ادا کی مگر اس باب میں حسان کی مساعیٔ جمیلہ سب پر فوقیت لے گئیں۔ بارگاہِ رسالت سے ارشاد ہوا۔ قومک اشد علیھم من نضح النبال فی غلس الظلام (اوکما قال)

ابوجہل کی ہجو میں کہتے ہیں ؎

لقد لعن الرحمٰن جمعاً یقودھم — دعی بنی شجع لحرب محمد

مشوم لعین کان قدما مبغضاً — یبین فیہ اللوم من کان یھتدی

فدلاھم فی الغی حتیٰ تھافتوا — وکان مضلاً امرہ غیر مرشد

حکمیات | حکمیات کے باب میں بھی حسان کا جوادِ قلم جاہلیت کے مشہور شاعر زہیر بن ابی سلمیٰ کی طرح اپنی جولانی دکھاتا ہے۔ ان کے حکم و مواعظ میں دقیق حکیمانہ نکات نہیں پائے جاتے بلکہ وہ سیدھے سادے الفاظ میں حکمت و اخلاق کی باتیں بیان کرتے ہیں جو انھوں نے زندگی کے طویل تجربات سے حاصل کی ہیں۔ وہ کہتے ہیں ؎

إذا المرء لم یفضل ولم یلق نجدۃ — مع القوم فلیقعد یصغر ویبعد

وانی لاغنی الناس عن متکلف — یری الناس ضلالا ولیس بمھتدی

اصون عرضی بمالی لا ادنسہ — لا بارک اللہ بعد العرض فی المال

احتال للمال ان اودی فاجمعہ — ولست للعرض ان اودی بمحتال

مدحِ رسول | حضرت حسان کا امتیازی وصف مدحِ رسول ہے جو انھیں دیگر اسلامی شعراء سے ممتاز کرتا ہے۔ وہ طوطیٔ گلزارِ نبوت ہیں اور والہانہ انداز میں شانِ رسالت میں نغمے الاپنا اور نعتِ رسول میں چہچہانا ان کا محبوب شغل ہے۔ ان کے مدحیہ قصائد میں فلسفیانہ نکتہ سنجی اور متاخرین کے سے اچھوتے استعارات و تشبیہات نہیں بلکہ وہ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلے ہوئے الفاظ میں اپنے جذبات و احساسات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ وہ صحیح معنوں میں عاشقِ رسول ہیں اور ان کا نعتیہ کلام گہرے جذباتِ محبت کی غمازی کرتا ہے۔ ان کے الفاظ تاثیر میں ڈوبے ہوئے اور بے پناہ جاذبیت کے حامل ہوتے ہیں۔

نمونہ ملاحظہ فرمائیے ؎

وَاحسنُ منکَ لم ترقطُّ عینی
واجمل منک لم تلد النساء

خُلِقتَ مُبرّءً من کل عیب
کانک قد خُلِقتَ کما تشاء

وَشقّ لہ من اسمہٖ لیجلّہٗ
فذو العرش محمودٌ وھذا محمدٌ

نبیٌّ اتانا بعد یاسٍ وفترۃٍ
من الرسلِ والاوثان فی الارض تعبدُ

فامسیٰ سراجاً مستنیراً وھادیاً
یلوح کما لاح الصقیل المھنّدُ

ندوۃ المصنفین کی تازہ ترین عظیم الشان کتاب

ترجمان السنہ جلد سوم

یہ جلد پہلی دو جلدوں سے ضخامت میں بھی زیادہ ہے اور اس کے مباحث و مضامین بھی مختلف حیثیتوں سے نہایت اہم ہیں۔ اس میں مسئلہ قضا و قدر کے تمام بابوں کے علاوہ، پوری کتاب الانبیار بھی آگئی ہے جس میں وحی اور نبوت و رسالت کے ایک ایک گوشہ پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے اور تمام متعلقہ احادیث کو نئے نئے عنوانوں کے ساتھ سامنے لایا گیا ہے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام پیغمبروں کے حالات و واقعات صحیح اور مستند حدیثوں کی روشنی میں واضح کئے گئے ہیں، خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کی خصوصیات سے متعلق تمام بحثوں کو عجیب و غریب انداز سے اُجاگر کیا گیا ہے۔

یہ عظیم الشان جلد کم و بیش پانچ سو حدیثوں کے ترجمے اور تشریح پر مشتمل ہے۔ صفحات ۶۲۴، بڑی تقطیع۔

قیمت غیر مجلد دس روپے آٹھ آنے۔

مجلد بارہ روپے آٹھ آنے۔